

غالب کے بہترین

پانچ سحر

( اہل نظر کی نظریں )

# پیش لفظ

غالب کا دیوان خود ہی انتخاب بلکہ انتخابِ انتخاب کا نتیجہ ہے اس سے صرف پانچ شعر انتخاب کرنا آسان نہیں ہے۔ علاوہ بریں ہر شعر انسانی زندگی کے خاص حالات کا آئینہ دار ہوتا ہے خود غالب اپنے اشعار کی تشریح کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

(ع) ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد۔

لہذا انتخاب اشعار علاوہ شعر کی خوبی کے ان رجحانات سے متاثر ہو جاتا ہے جو انتخاب کرنے والے کے ذوق کی رہنمائی کرتے ہیں۔ خود غالب نے اپنے ذوق کے تقاضے کے تحت لکھا ہے ہ فارسی میں تا بہ بینی نقشہ ہائے رنگ رنگ بگزر از مجموعہ اردو کہ میرنگ من است

لیکن جیسا کہ اس انتخاب سے ثابت ہوتا ہے اہل نظر کو غالب سے اختلاف ہے اور صرف چند حضرات نے فارسی دیوان سے اشعار کا انتخاب کیا ہے اردو دیوان زیادہ مقبول ہے اور اردو میں بھی ان اشعار کو زیادہ پسند کیا گیا ہے جو قدرت تخیل کے لحاظ سے بھی اس قابل ہیں۔ نیز انتخاب کرنے والے کے رجحانات بھی مطابقت رکھتے ہیں

غالب نے انتخاب اشعار کے بارے میں بالکل صحیح فرمایا ہے ہ



سے کھلتا کسی پر کیوں مرے دل کا معاملہ  
شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

اس انتخاب سے یہ نظریہ رد ہو جاتا ہے کہ سادگی و سلاست سے ہی شاعری  
قبول عام حاصل کرتی ہے کیونکہ نظر انتخاب زیادہ تر ان اشعار پر پڑی ہے جن میں  
مضمون آفرینی ہے یا کوئی نئی نئی خیال ہے۔ مثلاً ان دو شعروں کو متعدد حضرات  
نے منتخب کیا ہے۔

رو میں ہے رخس عمر کہاں کھئے تھے      نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے لکاب میں  
ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا      نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا،  
پانچ اشعار کے انتخاب کی تجویز ادبی و تاریخی حیثیت سے اہمیت رکھتی ہے۔  
غالب کے مختصر دیوان میں انسانی زندگی کے اکثر مسائل پر بحث ہے۔ ہر زمانہ کے  
لوگ اپنے مخصوص حالات کی روشنی میں مطالعہ کریں گے۔ پیش نظر انتخاب سے اندازہ ہوتا  
ہے کہ دور حاضر کے ادیب بازار شعر میں کس جنس گرا نمایاں کے متلاشی ہیں۔

فطرت انسانی کے راز جن اشعار میں بے نقاب کئے گئے ہیں وہ عموماً انتخاب میں  
آئے ہیں۔ منتخب اشعار پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالنے تو ان سے غالب کا کوئی خاص  
فلسفہ پیدا نہیں ہوتا بلکہ متضاد نظریات زندگی ان اشعار کی بنیاد پر پیش کئے جاسکتے



ہیں اور ان سے ثابت ہوتا ہے کہ غالب کے اشعار میں فطرت کے جو نقوش ہیں ان میں تنوع ہے اور ہر انسان اپنے ذوق کی تسکین کا سامان ان میں پاسکتا ہے۔ لیکن منتخب اشعار کی نوعیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ربخ و غم اے ثباتی عالم، اور یاس و نامرہی جن اشعار میں نمایاں ہے وہ زیادہ ہیں اور جن میں مسرت و اطمینان کی جھلک ہے وہ کم ہیں۔ اس سے خواہ آپ یہ نتیجہ نکال سچے کہ غالب نے فلسفہ غم کے اشعار دلی جذبات کے ساتھ لکھے ہیں اس لئے شاعری کا بہتر نمونہ ہیں یا پھر یہ نتیجہ بھی نکل سکتا ہے۔ کہ فضا پر قنوطیت چھائی ہوئی ہے اس لئے انتخاب کرنے والوں نے ماحول سے متاثر ہو کر ایسے اشعار کو نظر انداز کیا ہے جو فلسفہ مسرت کے حامل ہوں۔

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ نظر انتخاب زیادہ تر غزلیات پر پڑی

ہے قصائد قطعات رباعیات وغیرہ سے صرف معدودے چند اشعار منتخب ہوئے ہیں۔

خادم ادب

علی بہادر خاں

نائب صدر انجمن ترقی اردو (شانہ دہلی)



# میرزا اسد اللہ خاں المتخلص بہ غالب (دہلوی)

(ولادت ۸۔ رجب ۱۲۱۵ھ مادہ تاریخِ غریب)

(وفات ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۹ء - مادہ تاریخ آہ غالب بمبرو)

شاہجہان آباد کے نہایت بلند پایہ فارسی شاعر اور مفکر تھے۔ حتیٰ کہ سخنورانِ پارس بھی ان کا لوہا مانتے تھے۔ قاطع برہان اور ساطع برہان ان کی قادر الکلامی پردال میں مہرِ نمرود اور دستنبویان کی مشہور زمانہ تصانیف میں۔ ان کے بیس ہزار چار سو چوبیس فارسی اشعار موجود ہیں۔ فارسی میں رشکِ عرفی و ظہوری تھے۔ بلکہ زبان کی پاکیزگی میں فردوسی کے ہم پلہ تھے خود اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ ”شاعر کا کمال یہ ہے کہ فردوسی ہو جائے“ اس لئے ان کے فارسی کے کلام میں فردوسی کی طرح عربی الفاظ بہت ہی کم نظر آتے ہیں

شعر غالب بنودِ وحی و نہ گوئیم و لے

تو زبردانِ نتوان گفت کہ الہامی نیت

اردو کا مختصر دیوان ہے جس کا انہوں نے خود انتخاب کیا تھا۔ انقلابِ دہلی (۱۸۵۷ء) کے بعد انہوں نے مکتوبات کے سلسلے میں بے مثل نثر نگاری کی ہے۔ مکتوبات کا ایک مجموعہ ”عودِ سبزی“ ان کی زندگی میں چھپ گیا تھا۔ دوسرا مجموعہ اردوئے معلّے کے نام سے ان کی وفات کے بعد چھپا ہے ان خطوط میں ہندوستانی

سوسائٹی کا مرتبہ ہر جملہ سے عیاں ہے۔

ان کی عمر تیرہ سال کی تھی کہ شادی کر دی گئی جسے وہ خانہ بربادی ہی سمجھنے لگے  
 ”آزادہ رو“ اور ”صلح کل“ مشرب رکھتے تھے، جس دورِ انحطاط میں ان کی زندگی گئی  
 اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ وہ فرمائیں۔

دل مراسوزِ دروں سے بے محابا جل گیا  
 آتش خاموش کی ماند گویا جل گیا

اس مجموعہ میں جن حضرات نے غالب کے پانچ پانچ شعر منتخب کرنے کی زحمت  
 گوارا فرمائی ہے ان کی غالب نوازی کے کیلئے ہم تہہ دل سے ممنون ہیں۔

دہلی، ۲۰ فروری ۱۹۵۳ء

اراکین انجمن ترقی اردو

(شاخ دہلی)



مولانا ابوالکلام آزاد (حرب ذیل اشعار مختلف اوقات میں حاصل ہوئے)

ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں (غبارِ خاطر ۳۱)

شورِ یدِ گی میں ہاتھ سے سرِ دِ وبالِ دوش  
صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں  
رو میں ہے رخسِ عمر کہاں دیکھئے تھمتے  
نہ ہاتھ باگ پر ہے نیا ہجر کا ب میں  
ترداسنی پہ شیخ ہمارے نہ جابو  
دامنِ پنجوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں  
سر پہ ہجومِ دردِ غریبی سے ڈالنے  
وہ ایک مشتِ خاک کہ صحرا کہیں جسے  
نے تیر کہاں میں ہے نہ صیا دیکھیں میں  
مصرعے مگر ستم زدہ ہوں ذوقِ خامہ فرسا کا۔

لغصاں نہیں جنوں میں، بلا سے ہو گھر خراب  
دو گز زین کے بدلے بیاباں گراں نہیں  
ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داو  
یارب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے  
تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے  
تیرا پتہ نہ پائیں تو ناچار کیا کریں

مولانا ابوالکلام آزاد

(صفحہ ۷ کا سلسلہ)

بوس گل کا تصور میں بھی کھسکا نہ رہا      عجب آرام دیا بے پروا بانی نے مجھے

۷ اڑنے سے پیشتر ہی مار رنگ زرد تھا

محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہائے راز کا      یاں ورنہ جو حجاب بے پردہ ہر ساز کا

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مر جائے      کہ زندگانی عبادت ہے تیرے جینے سے

مصراع - زنداں میں بھی خیال بیا باں نور د تھا۔

قید میں بھی ترے وحشی کو رہی زلف کی یاد      ہاں کچھ اک ربخ گراں باری زنجیر بھی تھا

گھر میں کیا تھا جو ترا غم سے ویراں کرتا

وہ جو ہم رکھتے تھے اک حسرت تویر سو ہے

(درجلد عام لاہور ۱۹۴۷ء)



## غلام رسول مہر

بے تکلف در بلا بودن بہ از بیم بلا است  
قعر دریا سلسبیل و روے دریا آتش است

نشاطِ جسم طلب از آسماں نہ شوکتِ جسم  
قدحِ مباحث زیا قوتِ یادہ گر عینی است

بہ راہ کعبہ زادم نیت نشادم کز سبک باری  
برفتن پائے بر خارِ مغیلا نم نمی آید

اندر آں روز کہ پرشش رود از ہر چہ گذشت  
کاش با ما سخن از حشر مانیز کند

ہفت روزخ در نہاد شرمساری مضرت  
انتقام است این کہ با مجرم مدارا کردہ

## غلام رسول مہر

بسکہ دستوار ہے ہر کام کا آساں ہونا  
 آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا  
 آئے ہے سبک بن عشق پہ رونا غالب  
 کس کے گھر جانے کا سیلاب بڑا میرے بعد

دام ہر موج میں ہے حلقہٴ احد کا منہنگ  
 دیکھیں کیا گذرے ہے قطرے پہ گہر مہنت تک

رو میں ہے رخس عمر کہاں دیکھے تھے  
 نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مرٹ جانا ہر رنج  
 مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں



## سائلک

سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی  
عبادت برق کی کرتا ہوں افسوس حاصل کا

عجز و نیاز سے تو وہ آیا نہ راہ پر  
دامن کو آج اس کے حریمانہ کھینچے

ہو س کو ہے نشاط کار کیا کیا  
نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا

مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغ ایسر  
کرے قفس میں فراہم خس اشیاں کیلئے

طاعت میں تار ہے و مئے و انگیس کی لاگ  
دوزخ میں کوئی ڈال دو جا کر بہشت کو

کہتے ہو کیا لکھا ہے ترمی سرنوشت میں  
گو یا جبیں پہ سجدہ نسبت کا نشان نہیں

مجت میں نہیں ہے فرق مرنے اور جینے کا  
اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں کافر پہ دم نکلے

کہتے ہوئے ساقی سے حیا آتی ہے ورنہ  
ہے یوں کہ مجھے درد تہہ جام بہت ہے

حضرت ناصح گراہیں دیدہ و دل فرس راہ  
کوئی مجہہ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا

مجہہ تک کب اس کی بزم میں آتا تھا دور جام  
ساقی نے کچہر ملا نہ دریا ہو شراب میں!



## گوپی ناتھ امن

سب کہاں کچھہ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں  
خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پہاں ہو گئیں

پہلے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی  
اب کسی بات پر نہیں آتی

پھر پریش جراتِ دل کو چلا ہے عشق  
سامان صد ہزار نمکدراں کئے ہوئے

یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات  
دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں

غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگِ علاج  
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

## پنڈت سندھ لال

خدا کے واسطے پروردگار نے کعبہ کا اٹھانا نام  
کہیں ایسا نہ ہو یاں بھی وہی کافر صنم بکھے

و ناداری بہ شرط استواری اصل ایماں،  
مرے بت خانہ میں تو کعبہ میں گاڑو برہمن کو

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل  
جب آنکھ سے ہی نہ پڑکا تو پھر لہو کیا ہے

جہ نام نہیں صورت عالم مجھے منظور  
جز وہم نہیں ہستی اشیا مرے آگے

قطرہ دریا میں جو مل جائے تو دریا ہو جائے  
کام اچھا ہے وہ جس کا کہ مال اچھا ہے



## جگن ناتھ آزاد

دل سے تری نگاہ جگرتک اتر گئی  
زندوں کو ایک نگہ میں رضامند کر گئی

نظارہ نے بھی کام کیا اوں نقاب کا  
مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بھر گئی

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک  
کون جیتتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن  
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب  
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

## علی بہادر خاں

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو!  
جو منے نغمہ کو اندر دربا کہتے ہیں

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا  
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

رو میں ہے رخس عمر، کہاں دیکھے تھے  
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا  
نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مر جائے  
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے



## حمیدہ سلطانہ

رنگِ شکستِ صبح بہارِ نظارہ ہے یہ وقت ہے شگفتن گلہائے ناز کا

فروغِ شعلہٴ خس یک نفس ہے ہوس کو پاسِ ناموس و فاکیا

زندگی یوں بھی گذرہ ہی جاتی کیوں ترارہ اگذرہ یاد آیا

ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا نہ ہو مرنا تو جینے کا منرا کیا!

غمِ ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگِ علاج شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر بونے تک

وداع و وصل جدا گانہ لذتے دارو  
 ہزار بار ہر وہ صد ہزار بار بیا  
 غالب اگر نہ خرقہ و مصحف بہم فروخت  
 پس چہ چرا کہ زرخ مئے لالہ فام چیت؟  
 ظالم تو و شکایت عشق! ایں چہ ماجرا ست؟  
 بارے بمن بگو کہ دلت دا خواہ کیست  
 آں راز کہ در سینہ نہان استانہ و عطا است  
 بردار تو اں گفت و بہ منبر متواں گفت  
 تغافلہائے یارم زندہ دارد ورنہ در نہ مش  
 مجرم گریہ بے اختیارم میتواں کشتن



بیجا کہ قاعدہ آسماں بگردانیم  
 قضا بگردش رطل گراں بگردانیم  
 زلیت بے ذوق مرگ خوش بنود  
 دل اگر رفت جاں فی خواہم  
 زخمہ بر تارگ جاں می زخم  
 کس چہ دانند تا چہ دستاں می زخم  
 ندارم تاب ضبط رازدی ترسم ز رسوائی  
 مگر جو بیم ز بہر ہمنر بانی بینر بانے را  
 در پیچ نسخہ معنی لفظ امید نہایت  
 فرہنگ نامہ ہائے تمنا نوشتہ ایم

## ظالنصاری

میں ہوں اور آفت کا ٹکڑا یہ دل وحشی کہ ہے  
عاقبت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا

سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی  
عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا

آتا ہے دل غحسرتِ دل کا شمار یاد  
مجہم سے مرے گنہ کا حساب اے خدانہ مانگ

ہمارے ذہن میں اس فکر کا ہے نام وصال  
کہ گرنہ ہو تو جیس کیسے، ہو تو کیوں کر ہو

قفص میں مجہم سے روداد چمن کہتے نہ ڈر سہم  
گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آسنا کیوں



میں عدم سے بھی پرے ہوں ورنہ غافل بارہا  
میرے یاد آتھیں سے بال عنقا جل گیا

حسنِ غمزے کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد  
بارے آرام سے ہیں اہل جفا میرے بعد

منصبِ شیفتگی کے کوئی قابل نہ رہا  
ہوئی معزول انداز و ادا میرے بعد

نیند اس کی ہے دماغ اس کا ہے رتہاں اسکی ہیں  
جس کے بازو پر ترمی زلفیں پریشیاں ہو گئیں

ہر لوبہ ہوس نے حسن پرستی شعار کی  
اب آبروئے شیوہ اہل نظر گئی

## آنڈر موہن زلتشی گلزار دیوسی

دہر میں نقش و فواجہ تسلی نہ ہوا  
ہے یہ وہ لفظ جو شرمنہ، معنی نہ ہوا

کل کے لئے کرا آج نہ خست شراب میں  
یہ سوئے نطن ہے ساقی کو تر کے باب میں

دیکھو کس طرح سے دشمن سے نباہی اُس نے  
نہ سہی مجھ سے مگر اس بت میں قابہ تو سہی

محابا کیا ہے میں ضامن ادھر دیکھ  
شہیدان نگہ کا خوں بہا کیا!

رشتک کہتا ہے کہ ان کا غیر سے اخلاص حیف  
عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کس کا آشنا

ایمن الدین خاں (نواب لوہارو)

اے تازہ وارِ ان بساطِ ہوائے دل  
زمہار گرتتیں ہوس نامے و نوشت ہے

دیکھو مجھے جو دیدہ عورت نگاہ ہو  
میری سنو جو گوشِ نصیحت نیش ہے

یاشب کو دیکھتے تھے کہ ہے گوشہ بساط  
دامانِ باغیاں و کف گل فروش ہے

یا صبحدم جو دیکھئے آکر تو بزم --- میں  
نے وہ سرور و شور نہ جوش و خروش ہے

داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی  
اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے





## سید فرید حفصی

دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز  
کہ ترا وقت سفر۔۔۔۔۔ یاد آیا

خوشی میں نہاں خواں گشتہ لاکھوں روپے ہیں  
چراغِ مردہ ہوں میں کجاں گورِ غربیاں ہوں

بہت دنوں میں تغافل نے تیرے پیدا کی  
وہ اک نگاہ کہ لفظ ہر نگاہ سے کم ہے

پھر چاہتا ہوں نامُ دلدار کھولنا  
جاں نذرِ دلفریبیٰ عنوان کئے ہوئے

سنہلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت سے  
کہ دامنِ نیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے

رگ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا  
جسے غم سمجھ لے ہے ہو یہ اگر شرار ہوتا

میں اور بزمِ مے سے یوں تشنہ کام آؤں  
گر میں نے کی تھی تو بہ ساقی کو کیا ہوا تھا

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار  
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

تھی وہ اک شخص کے تصور سے  
اب وہ رعنائیِ خیال۔۔۔ کہاں

آرائشِ جمال سے فارغ نہیں ہونہ  
پیشِ نظر ہے آئینہِ دائمِ نقاب میں

## برج لال رعنا جلی

اُن کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق  
 وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے  
 ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا  
 نہ ہو مرنا تو جینے کا مسز کیا  
 ہم نے مانا کہ تعافل نہ کرو گے لیکن  
 خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک  
 نظر لگے نہ کہیں اس کے دست و بازو کو  
 یہ لوگ کیوں مرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں  
 کیوں گردش مدام سے گھبرانے والے دل  
 انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں



## عزیز وارثی

سفر عشق میں کی ضعف نے راحت طلبی  
ہر قدم سایہ کو ہیں اپنے شبستاں سمجھا

تم سے بیجا ہے مجھے اپنی تباہی کا گلہ  
اس میں کچھ شائبہِ خوبی تقدیر بھی تھا

گو ہیں رہا رہیں ستم ہائے روزگار  
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

ہر چند ہوتا ہوا حق کی گفتگو  
بنتی نہیں ہے بادۂ وساغر کہے بغیر

آشفگی نے نقش سویدا کیا درست  
ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دو دہتا

## پنڈت ہری چند اختر

عجز و نیاز سے تو نہ آیا وہ راہ پر  
دامن کو اس کے آج حریفانہ کھینچے

نہ ہوئی گر میرے مرنے سے تسلی نہ سہی  
امتحان اور بھی باقی ہیں تو یہ بھی نہ سہی

دل پھر طواف کوئے ملامت کو جائے ہے  
پندار کا صنم کدہ ویراں کئے ہوئے

حبان تم پر نثار کرتا ہوں  
میں نہیں جانتا دعا کیا ہے

چمن میں مجھ سے روادِ فضا کہتے نہ ڈر ہمدم  
گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا شیاں کوس ہو

## ظفر ادیب

غم فراق میں تکلیف سیر گل نہ دو  
مجھے دماغ نہیں خند ہائے بیجا کا

حق وہ اک شخص کے تصور سے اب وہ رعنائی خیال کہاں  
تجربہ سے تو کچھ کام نہیں لیکن اے ندیم  
میرا سلام کہیو اگر نامہ برسے

رخسارِ یار کی جو ہوئی جلوہ گزری زلفِ سیاہ بھی شبِ مہتاب ہو گئی

کیا فرض ہے، کہ سب کو ملے ایک سا جواب  
اُو نہ ہم بھی سیر کریں، کوہِ طور کی



## آفاقِ دہلوی

وہ بارہُ شبانہ کی سرمستیاں کہاں  
اٹھیں بس اب کہ لذتِ خوابِ سمرگئی

لازم تھا کہ دیکھو سر راستہ کوئی دن اور  
تنہا گئے کیوں اب رہو تنہا کوئی دن اور

مِرٹ جائے گا سرگر ترا پتھر نہ گھسے گا  
ہوں در پہ ترے ناصیہ فرسا کوئی دن اور

آئے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ جاؤں  
مانا کہ نہیں آج سے اچھا کوئی دن اور

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے  
کیا خوب قیامت کا ہو گیا کوئی دن اور

## جی پنی کپور

مہر باں ہو کے بلا لوجھے چاہو جس وقت  
میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر ابھی نہ سکوں

ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا  
نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا

ہوئے میں پانوں ہی پہلے نبردِ عشق میں زخمی  
نہ بھاگا جاگے مجھ سے نہ ٹھہرا جائے مجھ سے

عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب  
دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہو نیک

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن  
میٹھے رہیں تصویرِ جاناں کئے ہوئے

بشیشور پر شاد منور لکھنوی  
(درشان غالب)

ہر کہ دار دنگھے ہست نثارِ غالب گشت زنگارِ فلک آئینہ دارِ غالب  
 قدسیاں اندر چو طاووسِ شیریں رقص می سزد لوحِ زمرد بجزارِ غالب  
 نیم ناسودہ از شام سحر اندر سحر دارم حیات تازہ می جویم اگرچہ فرق بردارم  
 منور می کنم سیراب از خونم جہانے را مزارِ غالب دور آفرین را در نظر دارم  
 می خورم بادہ الہام ز جامِ غالب کام من سلسلہ جنبانست یکا کامِ غالب  
 دہنم ز آرزوے فیض کشادہ بہیم بارش جلوہ معنی است کلامِ غالب